ڈاکٹر نذیر احمد۔ پروفیسر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

قدیم ایرانی عناصر اُردو ادب میں

(آخری قسط سلسلہ کے لیے اپریل کا شمارہ ملاحظہ ہو)

نوروز

اُردو میں تلمیح کے علاوہ اس پر الگ نظمیں موجود ہیں۔ سودا کی نظم یہ ہے قطعہ مبارک نوروز۔

تیری محفل میں شمعِ دولت افروز — ہوا یہ سالِ نو فرخندہ فیروز
تفضّل سے جنابِ مرتضیٰ کے — تجھے ہر روز ہووے عیدِ نوروز

غالب نے حسبِ ذیل قطعہ عیدِ نوروز کے موقع پر لکھا تھا:

اے شاہِ جہاں گیر جہاں بخش جہاندار — ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت
نوروز ہے آج اور وہ دن ہے کہ ہوئے ہیں — نظارگی صنعت حق اہل بصارت
تجھ کو شرفِ مہرِ جہاں تاب مبارک — غالب کو ترے عتبۂ عالی کی زیارت

ایک اور نظم میں نوروز، عیدِ شوال اور ہولی کے ایک وقت پر ہونے کے سلسلے میں لکھا ہے:

مرحبا سالِ فرخی آئیں — عیدِ شوال و ماہِ فروردیں
گرچہ ہے بعد عید کے نوروز — لیک بیش از سہ ہفتہ بعد نہیں
سو اس اکیس دن میں ہولی کی — جا بجا مجلسیں ہوئیں رنگیں
تین تہوار اور ایسے خوب — جمع ہرگز ہوئے نہ ہوں گے کہیں

ذوق نے بھی ایک قطعہ تہنیت جشنِ نوروز پر لکھا ہے۔ اس کا پہلی بیت یہ ہے:

خسرواں کے ترا مژدہ جشنِ نوروز — آج ہے بلبلِ تصویر تلک زمزمہ سنج

یہ عید نوروز جو ادبیات سے بڑھ کر عوام میں اثر کر چکی ہے۔ ایران کا ایک قدیم تہوار ہے کرسٹن سن کا بیان ہے کہ سال کے تہواروں میں سب سے مقبول نوروز (نوک روچ) تھا۔ وہ

سال کا پہلا دن ہے۔ فردوسی کی روایت کے اعتبار سے جمشید نے اس عید کی ابتدا کی تھی۔

بفرِ کیانی یکی تخت ساخت ۔۔۔ چہ مایہ بدو گوہر اندر شناخت
کہ چوں خواستی دیو برداشتی ۔۔۔ ز ہاموں بگردوں برافراشتی
چو خورشیدِ تاباں میان ہوا ۔۔۔ نشستہ بر و شاہ فرمانروا
بجمشید بر گوہر افشاندند ۔۔۔ مرآن روز را روزِ نو خواندند
سر سال نو ہرمز فرودین ۔۔۔ برآسودہ از رنج تن دل زکین
چنین روز فرخ از آن روزگار ۔۔۔ بماندہ از آن خسروان یادگار

نوروز

مہرگان

مہرگان ہمتِ عالی کا جو لائے بادل
ایسے نیساں سے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشاں
جن کی شادابیِ گوہر کو اگر دیکھے تو دور
طرفۃ العین میں ہو کاہربا کا یرقان (ذوق)

"برہان قاطع" میں ہے

"نام روز شانزدہم از ہر ماہ و نام ماہ ہفتم از سال شمسی باشد و آن بودن آفتاب عالمتاب است در برج میزان کہ ابتدائے فصل خزاں است و نزد فارسیان بعد از جشن و عید نوروز ازین بزرگ تر جشنے نمی باشد و تا شش روز تعظیم این جشن کنند، ابتدا از روز شانزدہم و آن را مہرگان عامہ خوانند و انتہا روز بیست و یکم و آن را مہرگان خاصہ خوانند ......"

مہرگان، مہر اور گان (لاحقہ نسبتی) سے بنا ہے۔ لفظ (مہر) کی تفصیل "برہان قاطع" میں ان الفاظ میں ہے۔

"نام فرشتہ ایست موکل بمہر و محبت و تدبیر امور و مصالح کہ در ماہ مہر کہ ماہ ہفتم از سال شمسی و روز مہر کہ شانزدہم ہر ماہ باشد بدو متعلق است و بنا بر قاعدۂ کلی کہ میان مغان یعنی آتش پرستان

[illegible]

متعارف است کہ چون نام ماہ و روز موافق آید آن روز را عید کنند و این روز این ماہ بغایت بزرگ و مبارک دانند و جشن سازند و عید کنند و بمہرگان موسوم دانند۔"

ڈاکٹر معین نے اس کی توضیح اس طرح کی ہے۔

"مہر ماہ کی سولھویں تاریخ جو مہر روز کہلاتی ہے روشنی کے فرشتہ (مہر) سے منسوب ہے ماہ مہر کی سولھویں تاریخ (روز مہر) کو ایرانی ایک بڑا جشن مناتے تھے۔ بندھشن کی رو سے مشیا و مشیانہ (آریائی آدم و حوا) اسی روز متولد ہوئے۔ یہ جشن ۶ روز ہوتا۔ روز مہر (۱۶) سے شروع ہو کر ۲۱ کو (جو رام روز[1] کہلاتا تھا) ختم ہوتا۔ شروع کا دن مہرگان عامہ اور خاتمے کا دن مہرگان خاصہ کہلاتا تھا۔ قدیم ایران میں صرف دو موسم ہوتے تھے۔ اول گرمی دوسرے سردی۔ نوروز گرمی کی ابتدا اور مہرگان سردی کے آغاز کے جشن تھے۔ جشن مہرگان اسلامی دور میں مدتوں[2] منایا جاتا رہا۔ منوچہری کے اشعار سے ظاہر ہے کہ سلطان مسعود غزنوی (۴۲۱ - ۴۴۰ھ) کے دور میں یہ جشن بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا جاتا تھا۔ ابوالفضل بیہقی (چاپ فیاض ص ۲۷۳) نے بھی مسعود کے دور کے ضمن میں اس جشن کی وضاحت کی ہے۔"

ہندوستان میں یہ جشن معمول نہیں۔ مگر اردو شاعری میں فارسی کی راہ سے داخل ہوا جس کا ذکر خال خال آیا ہے۔

زمزمہ

ہاں دلِ دردمند زمزمہ[3] ساز
کیوں نہ کھولے درِ خزینہ راز

---

[1] دیکھیے مزدیسنا ص ۴۵۲ - ۴۵۳

[2] فخرالدین گرگانی اس جشن کا ذکر کرتا ہے۔

بشارت آوریدم مہرگانی — روان چون آب چشمۂ زندگانی
بگیتی گفتی کہ این باغ خزانست — کہ دروی میوہ ہای مہرگانست

[3] نیز دیکھیے دیوان ذوق ص ۲۴۸ وغیرہ

"برہان قاطع" میں ہے۔

"زمزمہ بمعنی زمزم است کہ باہستگی چیزی خواندن۔ وکلماتے کہ مغان در محل ستائش و مناجات بہ باری تعالیٰ و پرستش آتش و چیزی خوردن برزبان رانند۔"

متقدمین کی کتابوں میں، جن میں قدیم ایران اور زرتشتیوں سے متعلق بحث شامل ہے، زمزم وزمزمہ آیا ہے۔ یہی باژ[1] ہے جو آہستہ آہستہ پڑھتے ہیں۔ فردوسی کہتا ہے ؎

فرود آمد از اسب و برسم[2] بدست   بہ زمزم ہمی گفت، لب را ببست

زنار

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال (غالب)
دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہیں ″
آغوشِ خم حلقۂ زنار میں آوے ″

زرتشتیوں میں کشتی یا کستی باندھنے کی رسم اسی طرح ہے جس طرح ہندوؤں میں جنیو باندھنے کی۔ ان دونوں کے سلسلے کی ساری تفصیل مشابہ ہے۔ یہ کلمہ فارسی ادبیات میں برابر استعمال[3] ہوتا ہے۔ کستی کا مادّہ[4] KOST ہے جس کے معنے پہلوی میں طرف، کنارہ، پہلو ہوتے ہیں۔

زنار فرہنگوں کی رو[5] سے ہر دھاگے کو عموماً اور بت پرستوں اور زرتشتیوں کے دھاگے کو خصوصاً کہتے ہیں۔ فارسی کی کتابوں میں گاہے زنار[6] سے مراد زرتشتیوں کی کستی (یا کشتی) ہے۔

میرے خیال میں اردو میں زنار کا لفظ براہ راست فارسی سے آیا۔ اور فارسی میں زرتشتیوں کے کستی کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ اس بنا پر یہ قیاس صحیح ہے کہ اس کے استعمال سے زرتشتی عنصر کی نشاندہی ہوتی ہے۔

---

[1] دیکھیے مزدیسنا ص ۲۵۳ ببعد   [2] ایضاً ص ۲۵۸ ببعد

[3] مثلاً خاقانی کہتا ہے:۔ ریسمان سبحہ بگسستند و کستی بافتند   گوہر قندیل بشکستند و ساغر ساختند

[4] مزدیسنا ص ۲۴۳   [5] برہان قاطع ص ۱۰۲۳

[6] فرہنگ نامہ تعلیقات ص ۱۲۳

رستخیز و رستاخیز

شب خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا (غالب)

دل نہیں شاعر کا، ہے کیفیتوں کا رستخیز (اقبال)

دلِ ہر ذرہ میں غوغائے رستاخیز ہے ساقی "
تری نگاہ کی گردش ہے میری رستاخیز "

"برہان قاطع" میں ہے: "قیامت را گویند کہ محشر باشد"

دراصل اوستائی لفظ RISTA (مردہ، مرا ہوا) سے مشتق ہے۔ پہلوی RIST اور خیز (از خاستن) یعنی پہلوی RISTAKHEZ، پازند RISTAKHEZH۔ پس رستاخیز کے لغوی معنی مردوں کا اٹھنا ہوا۔[1]

بہشت

اوستا VAHISHTA، مادہ VOHU (خوب) ISHT (علامت تفضیل) پس بمعنی خوب تر، بہتر (صفت تفضیلی) موصوف محذوف انگھو (جہاں، گیہان) پہلوی VAHISHT، فردوس، جنت، اچھی و پرنعمت جگہ جہاں اچھے لوگ مرنے کے بعد جائیں گے۔[2]

دوزخ

پہلوی DOSHAKHV، اوستا DDAOZHAHKHV، اوستائی متاخر دژ انگھو[3] بمعنی جہان بد۔

گبر

فریاد کروں کس سے کہ رو داری کی تیرے
کہنے کے لیے گبر و مسلمان ہے برابر (سودا)

"برہان قاطع" میں گبر کے منجملہ اور معنوں کے یہ معنی دیئے ہیں۔

"وہم بمعنی مغ باشد کہ آتش پرست است"

---

[1] دیکھیے برہان حاشیہ ص ۹۴۸-۱ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی طرح زرتشتی عقائد میں حشر اجساد ہے (نقد غالب ۲۵۲)

[2] ایضاً ص ۳۲۷ ج [3] ایضاً ص ۸۹۶ ج

آقائے پورداؤد کا خیال ہے کہ یہ لفظ ایک آرامی کلمے سے جو کافر کے ہم ریشہ ہے مشتق ہے۔ اور آج کل ترکی میں "گور" کہلاتا ہے اور اس کے معنی مشرک اور بے دین کے ہیں۔ لیکن ایران میں زرتشتیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بعض پارسیوں نے اس کو ایک لفظ سے جس کا ہزوارش GABRA ہے مشتق بتایا ہے۔ مگر آقائے پورداؤد اسے[1] غلط بتاتے ہیں۔

مجوس

مجوس اور مجوسی جو اردو و فارسی میں مستعمل ہے دراصل مغ سے معرب[2] ہے۔ یونانی میں MAGOS، لاطینی MAGUS اور آرامی مجوشا۔ یہ لفظ زرتشتیوں کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

مغ

موبدان زرتشتی کی کلیسائی حکومت میں مغ کمتر درجے کے لوگ تھے۔ یونانی اور لاطینی مصنف مغ اور موبد دونوں لفظ مگوس (MAGOS) سے بلا امتیاز مراد لیتے ہیں۔ مغاں مغ کی جمع ہے جس کی پہلوی شکل مگوآن یا مگوگان ہے۔ بڑے بڑے آتش کدوں کے رئیس مغاں مغ (مگوآن مگو یا مگو مگوآن) کہلاتے تھے۔

موبد

کبھی زرتشتیوں میں ایسے کہ سارے موبد (ذوق)

مغاں مغ سے اوپر کا طبقہ موبدوں (مگوپت) کا تھا۔ تمام سلطنتِ ایران کلیسائی اضلاع میں منقسم تھی جن میں سے ہر ایک ضلع ایک موبد کے ماتحت ہوتا تھا۔

موبد موبداں[3]

تمام موبدوں کا رئیسِ اعلیٰ جس کو زرتشتی دنیا کا پوپ کہنا چاہیے موبد موبان (مگوپت مگوپتان) تھا۔ تاریخ میں سب سے پہلے اس کلیسائی عہدے کا ذکر اردشیر اول (م ۲۴۱ء) کے عہد میں ہوا ہے۔ اس نے ایک شخص جس کا نام شاید ماہ داذ تھا موبد موبدان مقرر کیا۔ ممکن ہے کہ یہ عہدہ اس سے

۱؎ دیکھیے مزدیسنا ص ۳۹۵، برہان قاطع ص ۴۷۷ ح

۲؎ برہان قاطع ۱۹۶۹ ح

۳؎ موبان موبد بھی کہتے تھے۔

پہلے موجود رہا ہو لیکن اس کی غیر معمولی اہمیت اسی وقت سے ہوئی جب سے مزدائیت[1] کو حکومت کا مذہب قرار دیا گیا۔ تمام کلیسائی امور کا نظم و نسق موبد موبدان کے ہاتھ میں تھا۔ دینیات اور عقائد کے نظری مسائل میں فتوے صادر کرنا، مذہبی سیاسیات میں عملی معاملات طے کرنا اسی کا کام تھا۔ کلیسائی عہدہ داروں کو وہی مقرر اور معزول کرتا اور خود اس کا تقرر بادشاہ کے اختیار[2] میں تھا۔

زرتشتی کلیسائی حکومت کے بہت سے اور بعض دوسرے زرتشتی الفاظ فارسی اور اردو شاعری میں استعمال ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ یہی الفاظ مخصوص تلمیح و اصطلاح بن گئے اور صوفی شعرا نے ان کو بلا تکلف برتنا شروع کر دیا۔ مغبچہ[3] جو شراب پلانے کی خدمت پر مامور تھا تصوف کی دنیا میں تجلیات فاسدۂ سالک کے مترادف ہو گیا۔ مغ[4] موحد کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ پیر مغاں، پیر دیر، پیر خرابات، پیر میخانہ جو شراب خانوں کے مالک ہوتے، ان سے انسان کامل اور مرشد مراد ہوتے جو سالک کو حقیقت کی طرف راہ نمائی کرتے۔ کبھی کبھی وہ حضرت علیؓ کے لیے بھی استعمال ہو جاتے۔ دیرِ مغاں، کوئے مغاں، سرائے مغاں، خراباتِ مغاں، عالم معنی، مقام تکمیلِ نفس، دلِ عارف جو وحدت کا ہم رنگ ہوتا ہے، عارفوں اور اولیائے اللہ کی مجلس کے لیے استعمال ہونے لگے۔ گبر عالی حوصلہ، طالبِ حقیقی و موحد، عارفِ یک رنگ، وحدت کا مترادف ہو گیا۔ گبری ظلمت خلق بلند حوصلگی کے لیے مخصوص ہوا۔ مے مغانہ وہ ذوق ہے جس کی بدولت حقائق کی روشنی سالک کے دل میں پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ تو وہی شراب ہے جو مغاں کے میخانہ میں ملتی ہے۔

اقبال کہتے ہیں:-

رگِ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی
کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مے مغانہ

---

[1] یعنی زرتشتی مذہب

[2] دیکھیے ایران بعہد ساسانیاں ص ۱۵۱ - ۱۵۲

[3] دیکھیے کلیاتِ سودا ۲: ۳۰۴، دیوان ذوق ص ۲۴۴

[4] اقبال کہتے ہیں۔ (۱۷۹)

مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند — ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

تو پیرِ میخانہ سن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے خوار ہوگا (اقبال)
پیرِ مغاں، فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر
اس میں وہ کیفِ غم نہیں مجھ کو تو خانہ ساز دے "
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانہ میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق "

سودا کہتے ہیں:-

زاہد و پیر مغاں، برہمن و شیخ اے یار
بارود و گولی پیر مغاں، میکدہ کے بیچ

ہیربد

"ادبی خطوط غالب" میں ہے:-

"زردشت آتش کدہ الخ۔ زردشت کو آتشکدہ سے وہ نسبت نہیں جو ساقی کو میخانہ سے ہے۔ زردشت، باعتقاد مجوس پیمبر تھا۔ آتش کدہ کے پجاری کو موبد اور ہیربد[1] کہتے ہیں۔"

آتشکدوں میں مراسم نماز کا ادا کرانا ہیربدوں سے متعلق تھا۔ ہیربد وہی لفظ ہے۔ جو اوستا میں ایشر پایتی ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ خسرو پرویز نے آتش کدے تعمیر کرائے جس میں بارہ ہزار ہیربد زمزمہ و مناجات کے لیے مقرر کیے۔

ہیربدوں کا رئیس اعلیٰ ہیربدان ہیربد تھا جو موبدان موبد کے بعد سب سے بڑا صاحبِ منصب سمجھا جاتا ہے۔ حاکم شریعت کے فرائض بھی ہیربدان ہیربد انجام[2] دیتا۔

خدا

پہلوی متاخر خوتاے، پہلوی اشکانی خواتاذ، پاژند خوداے سے مشتق ہے۔ بعض لوگوں نے اوستائی خوذاتے اور ہوذاتے سے مشتق بتایا ہے۔ پہلوی اور پاژند میں خوتاے شاہ کے معنی میں آتا ہے۔

---

[1] متن میں، ہیربد کتابت کی غلطی ہے۔
[2] دیکھیے ایران بعہد ساسانیان (ص ۱۵۳-۱۵۴)۔

اس بنا بر خوتاے نامک "شاہ نامہ" کہلاتا ہے[1] لیکن فارسی اور اردو میں خدا مطلق اللہ تعالیٰ[2] کے لیے آتا ہے۔ مضاف کی شکل میں صاحب اور مالک کے لیے عام ہو جاتا ہے۔

فرشتہ

"اوستا" میں FRAESHTA ہے اور فارسی باستان میں FRAISHTA- یہ دو جز FRA اور AISH (بمعنی فرستادہ، فرستہ) سے بنا ہے۔ سنسکرت میں بھی قاصد کے معنوں میں اسی مادے کا لفظ PRESHITA ہے[3]۔ گو لفظاً "فرشتہ" "اوستا" اور فارسی باستان سے مستفاد ہے لیکن اس کے معنی میں غالباً وسعت بعد میں ہوئی۔

نماز

اس کے لغوی[4] معنی بندگی، اطاعت، سجود، پرستش، خدمتکاری، ادائے طاعت، فرمانبرداری کے ہیں اور اصطلاح میں مسلمانوں کی مخصوص نماز (صلوۃ) فارسی میں لغوی معنی میں بھی استعمال ہے۔

شہے کہ بارگہِ اوست سجدہ گاہِ ملوک ہمی برند بآن سجدہ گہ ملوک نماز (سوزنی سمرقندی)

یہ کلمہ "اوستا" میں نمہ (دعا) اور نمس، پہلوی میں نمچ اور پازند میں نماز ہے۔ اس کا مادہ (نم)، بمعنی خم ہونا، تعظیم کرنا ہے۔

روزہ

روز + ہ سے بنا ہے۔ اس میں "ہ" نسبت کے لیے ہے یعنی منسوب بروز، یک روزہ، دو روزہ، ہم روزہ۔

روزہ "اوستا" میں RAOCHAH فارسی باستان میں RAUCHAH، پہلوی میں ROCH

---

[1] برہان ص ۷۱۸ ح

[2] آقائے دکتر صادق کیا استاد پہلوی دانش گاہ تہران نے بتایا ہے کہ پہلوی میں بھی کبھی کبھی خدا کے معنی میں آتا ہے (دیکھیے متن پہلوی ص ۳۰)

[3] دیکھیے برہان قاطع ۱۴۶۰ ح، ۱۴۶۲ ح

[4] ایضاً ۲۱۶۷ متن و حاشیہ

ہے۔ "اوستا" میں روشنی کے معنی ہیں اور فارسی باستان اور پہلوی میں دن[1] کے لیے آتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ روزہ کی اسلامی اصطلاح یہیں سے لی گئی ہے۔

کلیسا و کنشت

جہانِ مغرب کے بتکدوں میں کلیساؤں میں مدرسوں میں (اقبال)

اے وائے آبروئے کلیسا کا آئینہ روما نے کر دیا سرِ بازار پاش پاش "

پیرِ کلیسا، یہ حقیقت ہے دل خراش "

حرفِ غلط بن گئی عصمتِ پیرِ کنشت اور ہوئی فکر کی کشتی نازک رواں "

اگرچہ کلیسا اور کلیسیا عیسائیوں اور یہودیوں کے معبد کا نام[2] ہے لیکن پہلوی[3] میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ اور اسی سے فارسی اور اردو میں رائج ہوا۔

کنشت اور کلیسا مترادف استعمال ہوتے ہیں۔ حالانکہ کنشت فرہنگ نویسوں[4] کے نزدیک آتشکدہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پہلوی رسم خط کی KANASHYA بمعنی مجمع ہے اور اس سے معرب کنست ہے جو صاحب "برہان قاطع" کے یہاں[5] آتشکدہ و آتش خانہ کے معنی میں آیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ کلیسا اور کنشت دونوں اصطلاح فارسی ادب سے اردو میں آئیں اور ان سے قدیم ایرانی اثر کی نشاندہی ہوتی ہے۔

خورشید

"اوستا" HUAREKHSHAETA، پہلوی KHVARSHET (لغوی معنی آفتاب روشن) زرتشتی عقائد میں ایک فرشتہ[6] ہے جو آفتاب کا موکل ہے اس کے ذریعے وہ امور جو خور کے روز (ہر مہینے کا گیارھواں دن[7]) کے لیے مخصوص ہیں، انجام پاتے ہیں۔ "اوستا" اور پہلوی زبان میں آفتاب کے لیے بھی یہ لفظ مستعمل تھا۔

---

[1] دیکھیے برہان قاطع ص ۹۷۱ متن و حاشیہ و ص ۹۷۳ ج

[2] برہان قاطع ۱۶۸۸ میں ترسا و نصاریٰ کے معبد کا نام لکھا ہے (ترسا کے معنی آتش پرست بھی دیئے ہیں ص ۴۸۴) لیکن اقبال نے ص ۲۹۰ پر معبد یہود کے لیے یہی نام لکھا ہے۔

[3] برہان ۱۶۸۸ ج

[4] برہان ۱۷۰۹ متن و حاشیہ

[5] ایضاً

ماہ

"اوستا" اور فارسی باستان MAWNGH قدیم ایران میں یہ لفظ علاوہ چاند کے ایک فرشتہ (ایزد کرہ ماہ) کے لیے مستعمل تھا اور یہ فرشتہ خورشید کی طرح بہت محترم و معزز سمجھا جاتا تھا۔ تاریکی جو دیو اور عفریت کا کام ہے اس کو ختم کرنے کا کام صرف اسی کے سپرد ہے۔ "یسنا" کی رو سے چاند گھوڑوں کی نسل کو برقرار رکھتا ہے۔ "یشت" میں اس کو گھاس اور دوسرے نباتات کا مربی کہا گیا ہے۔ ہر ماہ کی بارھویں تاریخ کا یہی نام ہے اور اس روز کی حفاظت اسی فرشتے کے سپرد ہے۔ اردو و فارسی زبان میں اگرچہ مطلقاً چاند کے معنی میں آتا ہے ممکن ہے اس کی صفت[1] کے تعین میں اس کے وسیع معنی پیش نظر رہے ہوں۔

آسمان و زمین

زرتشتی مذہب میں یہ دونوں مقدس سمجھے جاتے ہیں اور "اوستا" میں کئی دفعہ ان کا ذکر آیا ہے (تشتر یشت بند ۸، مہر یشت بند ۹۵ وغیرہ) اور بار بار ان دونوں کو ایزد بنایا گیا ہے جو آسمان و زمین کی حفاظت پر مامور ہیں اور یہ مہینے کے بھی فرشتے ہیں۔ ہر ماہ کی ۲۷ تاریخ کی نگرانی ایزد آسمان کے سپرد[2] ہے۔

بہمن و دے و اردی بہشت[3]

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل

تیغ اردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل

ان تین ایرانی مہینوں میں دے[4] اور بہمن[5] جاڑے کے اور اردی بہشت[6] بہار کا دوسرا مہینہ ہے۔ ان میں سے دو امشاسپند کے نام ہیں اور ایک یعنی دے بعض ایزدوں کے نام کا جز ہے۔

---

[1] چاند کو کنایۃً صباغ تنگنا ز اور سورج کو صباغ جواہر کہا گیا ہے دیکھیے برہان ص ۱۳۳۲

[2] برہان قاطع میں ہے کہ آسمان آسیا مانند یا اس مانند سے مرکب ہے یعنی چکی کی طرح پھرنے کی وجہ سے اس کا یہ نام ہوا، مگر ڈاکٹر معین اس کو صحیح نہیں بتلاتے۔ وہ کہتے ہیں کہ آسمان پتھر کی طرح سمجھا گیا اس بنا پر اوستا اور فارسی باستان میں بطور آسمان اور پہلوی اور فارسی میں بصورت آسمان ہے۔ اس اوستا میں پتھر کے معنی میں آتا ہے۔ آسیا اسی سے بنا ہے (برہان قاطع ص ۴۲ ح)

[3] دیکھیے دیوان ذوق ص ۱۹۷، ۲۰۵

[4] بمعنی آفریدگار از مصدر دا بمعنی دادن، اوستائی لفظ DAOHVA ہے

[5] اوستائی لفظ VOHUMAN

[6] اوستائی لفظ ASHA VAHISHTA

فروردین

پہلوی فروردین ماخوذ ہے فارسی باستان فروتینام[1] (فرورتی کی جمع مؤنث حالت اضافی) سے اور فرورتی کی اوستائی شکل فروشی ہے جو "اوستا" کی رو سے ایک قوت ہے جس کو اہورمزدا نے نیکوں کی حفاظت کے لیے پیدا کیا ہے بلکہ اچھی مخلوق کی آفرینش میں اس کا ہاتھ ہے پس ماہ فروردین فروہروں کے اترنے کا ماہ ہوا۔ فروردین ایزد کا بھی نام ہے۔ غالباً گوہر اسی فروہر سے بنا ہے گوہر کا معرب جوہر ہے۔

سام[2]

رستم کا دادا، ایران کا نامی پہلوان، اس کا سلسلۂ نسب جمشید تک پہنچتا ہے۔ سام کا باپ نریمان اور دادا گرشاسپ تھا۔ سیستان کے پہلوانوں کا یہ خاندان ایران کی اساطیری تاریخ میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ فردوسی کی روایت نریمان اور سام کے بارے میں مختلف ہے۔ اکثر اس کو نریمان کا بیٹا لیکن کبھی کبھی بھائی بھی بتاتا ہے۔ فارسی ادبیات میں بعض رزمیہ داستانیں سام سے متعلق موجود ہیں جن میں سے ایک "سام نامہ"[3] ہے۔ اردو ادب میں اس کا ذکر بحیثیت ایک نامور پہلوان کے ہوا ہے مثلاً دیکھیے کلیات سودا، دیوان غالب، دیوان فوق[4]

رستم

اردو ادب میں اسم علم کے علاوہ بطور اسم جنس اور خطاب و لقب کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

سودا کے کلیات سے چند مثالیں اسم علم کی پیش کی جاتی ہیں۔

عجب نہیں سپر افگن ہوں آکے رستم و سام
رستم کو خبر ہو کہ ترا اس پہ ہی آہنگ

غالب کے یہاں یہ مثال ہے۔

رزم میں اوستادِ رستم و سام[5]

---

[1] برہان حاشیہ ص ۱۴۷۶، ۱۴۷۸
[2] دیکھو حماسہ سرائی ص ۵۵۳ - ۵۵۴، برہان قاطع ص ۱۰۷۵ متن و حاشیہ
[3] ایضاً ص ۳۳۵ - ۳۴۰، اسخود خواجو کرمانی کی تصنیف بتایا گیا ہے۔
[4] رستم کی طرح اس کو بھی دستان سام لکھا ہے۔

رستم یا رستہم ایران کے اساطیری دور کا نامی پہلوان زال کا بیٹا اور سام کا پوتا تھا اور سیستان کا رہنے والا تھا۔ ایران کے شاہی خاندان کا نہایت وفادار تھا۔ ساری لڑائیاں اسی کی بدولت سر ہوئیں۔ ہفتخوانِ رستم بطور تمثیل کے مستعمل ہے۔

یہ نام دو جز رودت اور تہم سے مرکب ہے پہلا جز[1] RODADHA (نمو) سے (رستن، روئیدن اسی سے نکلا ہے) اور تہم TAKHMA (بمعنی دلیر و پہلوان) سے نکلا ہے۔ تہمتن جو رستم کا لقب تھا اسی مادّے سے ہے اس کے معنی قوی پیکر ہوئے۔

رخش

رستم کے گھوڑے کا نام ہے لیکن یہ بطور اسمِ جنس کے بھی استعمال ہوا۔ اردو ادب میں بھی اس کا استعمال اسمِ جنس اور اسمِ معرفہ (علم) دونوں طرح ہوا ہے۔ سودا[2] کی یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

جوں مہر ترے رخشِ فلک سیر کے آگے
زیر راں ہے جو ترے رخشِ فلک سیر شہا
خوبی کا تو مذکور تیرے رخش کا یک سو
اس رخشِ فلک سیر کا تو آن کے لے تنگ

بعض لوگوں نے رخش نام کو فارسی لفظ رخش کی طرف منسوب کیا ہے لیکن نولدکہ نے اس کو غلط بتایا ہے[3]۔

بہمن

اس نام کے ایک کیانی بادشاہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ سودا[4] نے ذیل کی بیت میں برزو کے ساتھ اس کا نام شامل کر کے ظاہر کیا ہے کہ وہ ایک نامی پہلوان تھا۔

مرمٹنے کا جو بہمن و برزو وغا کے روز   ہو جائیں تیرے سامنے آپس میں کر قرار

یہاں مراد اسفندیار کے بیٹے سے ہے۔ "بندہشن"[5] میں یہ نام وہومن اور "شاہنامہ" میں بہمن

۱؎ دیکھیے برہان ص ۴۸۹ ج و فرہنگ شاہنامہ ۴۴۵

۲؎ ذوق کے یہاں بھی متعدد مثالیں ہیں دیکھیے دیوان ص ۲۲۱، ۲۵۹ ۳؎ حماسہ ملی ایران ص ۱۸ ح

۴؎ کلیات ج ۲ ص ۳۰۷ ۵؎ حماسہ سرائی ص ۵۹۶

ہے۔ اسفندیار رستم کے ہاتھوں قتل ہوگیا تو اس کے خون کے بدلے میں بہمن نے رستم کے بیٹے فرامرز کو قتل کر دیا۔ اس کے نام ایک مشہور رزمیہ مثنوی "بہمن نامہ" محفوظ ہے جس کی تفصیل "حماسہ سرائی" کے صفحات ۲۸۹ تا ۲۹۶ پر پائی جاتی ہے۔

برزو

یہ پہلوان رستم کا پوتا اور سہراب کا لڑکا تھا۔ اس کی ماں شنگان کی رہنے والی شہرو نامی تھی۔ برزو کی پیدائش سے پہلے سہراب نے اپنی بیوی شہرو کو ایک انگوٹھی اپنی نشانی دی تھی۔ برزو نے بڑے ہو کر افراسیاب کے حکم سے ایرانیوں سے جنگ کی مگر یہاں قید ہو گیا۔ اس نے جب اپنے نسب نامے کو ظاہر کیا تو ایران کے پہلوانوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ اس کے نام ایک مثنوی "برزو نامہ" موجود ہے جس کا تعارف "حماسہ سرائی" میں (۳۰۳ تا ۳۱۰) ہوا ہے۔

گودرز

گودرز کا خاندان رستم کے خاندان کی طرح اپنی پہلوانی وشجاعت میں ایران کی اساطیری تاریخ میں غیر معمولی شہرت کا حامل ہے۔ اس کا باپ کشواد زریں کلاہ فریدوں کے عہد کا نامی پہلوان تھا۔ گودرز کاؤس اور خسرو کے دور کا پہلوان اور مدبر تھا۔ درفش کاویانی اسی کے خاندان میں رہا۔

گیو

گودرز کا بیٹا اور اس خاندان کا سب سے نامی پہلوان تھا۔ اس نے رستم کی بیٹی بانوگشسپ سوار سے شادی کی تھی۔ اس سے دوسرا نامی پہلوان بیژن پیدا ہوا۔

بیژن

رستم اور گیو کے بعد اس کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ وہ افراسیاب کی بیٹی منیژہ کی وجہ سے توران کے ایک کنویں میں قید ہوگیا تھا۔ "شاہنامہ" کی داستان بیژن ومنیژہ نہایت مشہور ہے۔ اس کے یہ دو شعر ضرب المثل سے ہوگئے ہیں۔

منیژہ منم دخت افراسیاب   برہنہ ندیدہ تنم آفتاب
برائے یکے بیژن شور بخت   فتادم ز تاج و فتادم ز تخت

اس کے نام سے ایک رزمیہ مثنوی "بیژن نامہ" ہے جس کی تفصیل "حماسہ سرائی" (ص ۳۱۶ تا ۳۲۱) میں ملے گی۔

رہام

گودرز کا بیٹا تھا۔ اس کا نام اشکانی تاریخ میں نہیں ملتا جب کہ اس کے باپ گودرز اور بھائی گیو اور بھتیجے بیژن اشکانی بادشاہوں اور امرا کی فہرست میں شامل ہیں۔

بہرام

گودرز کا یہ بیٹا تھا۔ اشکانی تاریخ اس کے ذکر سے خالی ہے۔

دو ادبی روایتیں

اردو اور فارسی ادب کی حسب ذیل دو روایتیں قدیم ایرانی اثرات کی نشاندہی کرتی ہیں۔

(۱) سپند جلانے سے نظر بد کے اثر کو دور کرنا۔ ذوق کہتے ہیں:

میں مجمر فنا میں ہوں کیا دانۂ سپند   کھولے ہے کار بستہ کی میری صدا گرہ

ہندوستان میں ادب سے بڑھ کر عوام میں یہ چیز رائج ہے۔ اگرچہ مجھے اس روایت کا ذکر پہلوی یا اوستائی ادب میں نہیں ملا لیکن حنظلۂ بادغیسی نے جو فارسی کے قدیم ترین شاعروں میں ہے اس رسم کا ذکر اس طرح کیا ہے:

یارم سپند اگرچہ بر آتش ہمی فگند   از بہر چشم[1] تا نرسد مر ورا گزند
او را سپند و مجمر ناید ہمی بکار   با روی ہمچو آتش و با خال چون سپند

اس سے یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ قدیم ایرانی رسم تھی۔

(۲) پیراہنِ کاغذی[2] یا کاغذی جامہ۔ ایران میں رسم تھی کہ داد خواہ کاغذی لباس پہن کر حاکم کے سامنے جاتا اور داد خواہی کرتا۔ حافظ:

کاغذین جامہ بخوناب بشویم کہ فلک   رہنمونیم بپای علم داد نکرد

غالب کہتے ہیں۔

پھنے ہے پیرہنِ کاغذ ابری نیساں   یہ تنگ مایہ ہے فریادیِ جوشِ ایثار
نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا   کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

---

[1] لباب الالباب ۔ ۲:۲   [2] برہان قاطع ص ۴۳۸، ۱۵۶۹، متن و حاشیہ

غالبؔ خود ایک خط میں لکھتے ہیں[1]

"ایران میں رسم ہے کہ داد خواہ کاغذ کے کپڑے پہن کر حاکم کے سامنے جاتا ہے۔ جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون آلودہ کپڑا بانس پر لٹکا کرلے جانا۔"

میرزا غالب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ ایران میں یہ رسم جاری ہوگی۔ مگر ڈاکٹر معین نے اس کا بیان زمانۂ ماضی کے ساتھ کیا ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ زمانۂ حال میں موجودگی مشتبہ ہے۔ میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ یہ رسم بھی قدیم ایران سے چلی آرہی ہوگی۔

اردو ادب پر قدیم ایرانی و زرتشتی اثرات کا کسی قدر تفصیلی اور ضروری ذکر صفحات بالا میں ہو چکا ہے۔ البتہ قدیم ایران اور مذہب زرتشت نے اردو زبان پر جو اثرات مترتب کیے ہیں، انھیں اس مضمون میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ خود ایک بہت وسیع اور دلچسپ موضوع ہے جس پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہندوستانی زبان و ادب پر فارسی اثرات کے تعین کے سلسلے میں دو کتابیں نکل چکی ہیں۔ ان کی مدد سے قدیم ایرانی عناصر کا اردو زبان میں تعین کسی قدر آسان ہو جائے گا۔

اس برعظیم کی تہذیب پر ایرانی اثرات بھی کافی گہرے ہیں اور یہ وہ اثرات ہیں جو فارسی کے وسیلے سے پیدا ہوئے۔ یہ بجائے خود ایک دلچسپ مطالعہ ہے جو بڑی توجہ کا محتاج ہے۔ اس ضمن میں بھی ابتدائی کام ہو چکا ہے بہرحال یہاں اتنا عرض کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا۔ برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں میں بہت سے نام ایسے ہیں جو زرتشتی اور قدیم ایرانی ہیں۔ یہ نام ان میں ہندوستانی زرتشتیوں کے ذریعے نہیں پھیلے بلکہ فارسی ادب کے ذریعے عام ہوئے۔ ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں۔

ناہید، خورشید، تہمینہ[2]، نوشابہ[3]، رستم، سہراب، منیژہ، جمشید، خسرو، پرویز، دارا، سکندر، شیریں، فرہاد، بہرام وغیرہ۔

---

[1] عود ہندی ص ۳۰، دیوان غالب (شرح غالب) ص ۲۱۷

[2] رستم کی بیوی سہراب کی ماں

[3] ملک بردع کی شہزادی۔ بردع آذربائیجان کی حدود میں تھا۔ (برہان ص ۲۵۲-۲۵۳ حاشیہ)